ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

اداس لہر کا آخری زینہ

اداس لہر کا آخری زینہ

ایچ بی بلوچ

علم پہ ہماری آنکھیں [illegible] آسمان بھی نہیں کرتا اور ہم اپنی

سوچوں سے [illegible] روشنی [illegible] کے اثرات

میں ڈھونڈ لیتے ہیں جس کی وجہ سے زندگی کی [illegible] کے

حوالے [illegible] جاتی ہے [illegible]

[illegible]

کے [illegible] کے ساتھ [illegible] پوچھتے ہیں کہ [illegible] لوگ کیسے تھے

میں [illegible] کے سامنے [illegible] ہوتے ہیں

[illegible] آنکھوں میں [illegible] ہے [illegible] کس

طرح دیکھتے ہیں

[illegible]

پوچھتے ہیں [illegible] کو [illegible] سوال

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

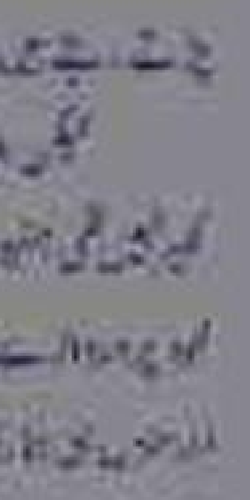

دیگر تصنیف: ستارہ و بادبان (نظمیں)

ساقی اربابِ ذوق

PDF BOOK COMPANY

مدد، مشاورت، تجاویز اور شکایات :

Muhammad Husnain Siyalvi
0305-6406067
Sidrah Tahir
0334-0120123
Muhammad Saqib Riyaz
0344-7227224

اُداس لہر کا آخری زینہ

نثری نظمیں

ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

ایچ بی بلوچ

مہردر

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب	....	اداس لہر کا آخری زینہ
مصنف	....	ایچ بی بلوچ
موضوع	....	نثری نظمیں
سرورق	....	فرزاد علی زیرک
پینٹنگ	....	ریاض رفیع
اشاعت	....	2022ء
قیمت	....	400روپے

مصنف کا رابطہ نمبر: 03413828969

ای میل: hbbaloch786@gmail.com

زیر اہتمام:

مہردر

ریسرچ اینڈ پبلی کیشن، کوئٹہ

mehirdar@gmail.com

0333-7832323

علم و ادب

پبلشر اینڈ بک سیلر، اردو بازار، کراچی

بک مال، تھرڈ فلور، دکان نمبر 311

0335-7466580

ڈسٹری بیوٹرز:

سیلز اینڈ سروسز

کبیر بلڈنگ، جناح روڈ، کوئٹہ

فون: 92-81-2843229

www.gosheadab.com

اسٹاکسٹ:

یونی ورسٹی بک پوائنٹ

شاپ نمبر 10، کمپلیکس

بلوچستان یونی ورسٹی، کوئٹہ

فون: 0336- 8813838

نئی نسل کے لیے

جسے جدید ٹیکنالوجی نے ہواؤں پر رقص کرنے کے لیے وجد تو عطا کیا ہے لیکن زمین سے ان کا سایہ چھین لیا ہے۔ ان کو بہرحال اپنی خودی تلاشنے کے لیے پھر دوبارہ اس قدیم درخت کے پاس آنا پڑے گا، جس میں عقل مندوں نے اپنی مدہم سرگوشیوں کا جال پھیلایا ہوا ہے۔

ترتیب

تجرید و تجسیم کی نئی فضا	نجمہ منصور	9
چند باتیں	ایچ بی بلوچ	13

روشنی	16
خواب	17
ضرور کوئی ستارہ نیچے آرہا ہے!	18
ہوا اور گھٹن	20
خوش فہمی	21
ایسا تو ہونا ہی تھا!	23
اعزاز	25
کبھی تو	26
سرد مہری	28

ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

پتھر	29
بھگت	30
زخمی کیکٹس	34
بہانہ	36
پُر فریب مسکراہٹ	37
صراحی	39
دِیا	40
مجھے ڈھونڈنا بڑا آسان ہے!	41
شام کا خوف	43
دُعا	45
میں دِلوں کے قریب ۔۔۔	46
رات اور اعتبار	48
یاد اور خواب	50
آہٹ	51
میں اور زور سے برسنا چاہتا ہوں!	52
سورج	54
پانی کا دکھ	55
یادیں پیراسائٹ ہیں!	56
محبت	59

آئنہ	60
بانسری	61
بہادر بننے کے لیے	62
بہار	64
اداس لہر کا آخری زینہ	65
فریم	68
بارش اور محبت کا مسئلہ۔۔۔	69
ڈسٹ بن	71
دنیا میں سات سُر ہیں	72
تم دنیا کی خوب صورت عورت ہو	74
مصور	77
جب ہم خوش ہوتے ہیں!	80
راستہ	83
پہلے سب خوف میں گاتے ہیں!	84
کنڈی	86
زندگی	88
تمہاری قربت ایک پل ہے!	89
حوصلہ	91
رنگین پینسلوں کا دیوتا	92

کیا سورج غروب ہو چکا ہے؟	94
پانی کے نیلے زخم	96
آپ بیتی میں آخر تک۔۔۔	98
موسم!	100
جزیرہ میرا وطن ہے	101
رات بھر کی واپسی	103
ٹوٹی شاخیں	105
میرے ہاتھوں میں آئینے ہیں!	106
تاریکی کا فریب	108
اے نازنیں!!	109
کوئی کسی کا انتظار نہیں کرتا!	112
غم زدہ دنوں کا گیت	113
صرف ایک نقاب الٹا	115
ہمارے حصے کی بارشیں	117
ہنسنے کے بہت سے رہگزر۔۔۔	118
جلاوطن	120
دل چاہتا ہے	122
سنو!	123
روشنی کا بھید	126

تجرید و تجسیم کی نئی فضا

ایچ بی بلوچ کے نظمیہ مجموعے کا مسودہ "اداس لہر کا آخری زینہ" میرے سامنے ہے۔ اس کے نام کی معنویت میں جمالیات اور رومانویت کی پراسرار گہری اداسی پوشیدہ ہے جو نہ صاف چھپتی ہے اور نہ صاف دکھائی دیتی ہے۔ قاری کی تیسری آنکھ ہی اس اسرار کو کھول سکتی ہے۔ ان نظموں کا شاعر اپنے منفرد اسلوب کی بنا پر اپنی الگ پہچان رکھتا ہے۔ اپنے عہد اور سندھی تہذیب کے ساتھ جڑی ہوئی یہ نظمیں رومی کے رقاصوں کی طرح اداسی کی لہر میں گھومتی سلاست، روانی اور تازگی لیے پر اسرار معنویت سے آراستہ خیال کو اظہار سے روشناس کرانے کی عمدہ مثال ہیں۔

ایچ بی بلوچ کی نظموں میں تشبیہ اور استعارہ کا استعمال نہایت عمدگی سے ملتا ہے۔ وہ جذبے کی شدت کو بڑی ہنرمندی سے پیش کرتے ہیں۔ فنی محاسن دراصل نظم کا حُسن سمجھے جاتے ہیں اور ان کے ہاں یہ حسن بدرجہ اتم موجود ہے۔ جیسے کائنات کے آہنگ کو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ان کی نظموں میں ایک غیر محسوس موزونیت پائی جاتی ہے۔

تمہارا نام
کسی تذکرے میں ملنے پر
محبت زدہ اماوس کے بدن سے
پھلجھڑیاں جھڑتی تھیں
جیسے ٹرین کی دھمک سے بھرپور پھول جھڑ پڑتے ہیں
اور ہر سو خوشبو پھیل جاتی ہے!

ایچ بی بلوچ کی نظمیں فکر کی چاشنی لیے ہوئے ہیں ۔ ان کی ہر نظم قاری کو دعوتِ فکر دیتی ہے ۔ اچھی نظم کی خاصیت ہے کہ وہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے اور قاری کو ایک نئی دنیا کی سیر کراتی ہے ۔ ایچ بی بلوچ کی نظموں میں مناظر فطرت کی عکاسی بھرپور انداز میں ملتی ہے۔ وہ مظاہر کو نہایت عمیق نظری سے دیکھتے ہیں اور اسے بڑے خوب صورت انداز میں پیش کرتے ہیں ۔ انھیں لفظوں پر مکمل گرفت ہے۔ وہ جب نظم لکھتے ہیں اور اس میں کوئی خیال پیش کرتے ہیں تو وہ بڑی عمدگی اور نفاست لیے ہوئے ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نظمیہ پیکر اداس پگڈنڈی پر تجرید و تجسیم کی نئی فضا تخلیق کرتے ہیں۔

وہ صرف اپنی ذات کی الجھن سے برستا ہے!
محبت کی طرح
وہ ہوا میں بنتا ہے
اور ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے!

لیکن ایک درخت کا دل
موسم سے بہت بڑا ہوتا ہے
کیوں کہ
اس کی جڑیں ہمیشہ زمین کے اندر ہوتی ہیں !

دراصل لفظوں کی نشست و برخاست پر دسترس رکھنے والے شعرا ہی غیر عروضی نظم کو بہتر انداز میں لکھ سکتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان نظموں کی ایک اپنی دنیا ہے، اس میں لفظیات بھی اپنی چلتی ہیں ۔ وہ ایک مخصوص ماحول میں لکھی جاتی ہیں اور اس کے لیے مخصوص لفظیات ہی زیر استعمال لانی چاہئیں ۔ خوشی کی بات ہے کہ ایچ بی بلوچ نے ان نظموں کو نہ صرف منفرد لفظیات فراہم کی ہیں بلکہ سندر خیالات سے انھیں سنوارا بھی ہے ۔ ان کی نظمیں اداسی ،تنہائی ،محبت اور فلسفہ کے گرد گھومتی ہیں ۔ ان کی ایک وصف یہ بھی ہے کہ ان کی نظمیں امیج بناتی ہیں جو ان کی ذاتِ اور ماحول سے ابھرتا ہے اور پھیل کر پوری کائنات بن جاتا ہے ۔ یہ امیج جامد نہیں متحرک ہے جو ان کی متحرک نظمیہ جہات کا علامیہ ہے ۔ خاص طور پر یہ چند سطریں ملاحظہ ہوں :

جب میں
چاند کو دیکھتا ہوں
جو ندی کے پانی میں
رہائی کی بھیک میں گڑگڑاتا ہے

یا پھر یہ سطریں ملاحظہ ہوں :

ہم نے سوچا نہیں تھا

کہ ایک دن

وہ دُور کا پہاڑ !!

ڈائنامائٹ کی طرح پھٹے گا

اور پھر ہم...... ٹکڑوں میں برباد ہوں گے !

ایچ بی بلوچ کا مجموعہ "اداس لہر کا آخری زینہ" غیر عروضی نظموں میں ایک منفرد اور خوب صورت اضافہ ہے۔ ان کی نظمیں اپنی ایک الگ شناخت رکھتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عامیانہ خیال کو نظم میں لانے کے بجائے فکر کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان کی رومانوی نظمیں بھی اسی فکری گہرائی میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہیں۔

نئی نظم جس میں ہمارے عہد کی توڑ پھوڑ، تنہائی، رشتوں کی کم مائیگی، محبت کی رائیگانی اور بے وفائی کا نوحہ صاف سنائی دیتا ہے، ایسے میں ان کی نظموں میں اداسی ان کی تہہ در تہہ سوچ کے ساتھ جڑے اپنے عہد کے سرد خوف، بے چینی اور اضطراب کے آخری زینے پر پہنچ کر ایک ایسے پرندے کا روپ دھار لیتی ہے جو حیرت زدہ گم صُم اپنے پروں پر کھڑا سوچ رہا ہے اور گزرے لمحوں کی راکھ سے نئے شگوفے کھلنے کا منتظر ہے۔

نجمہ منصور

سرگودھا، پاکستان

چند باتیں

چند باتیں محض کسی نظریہ اور کسی ہستی کو مٹانے اور کچھ باتیں صرف خود کو محسوس کرنے کے لیے وجود رکھتی ہیں، بے شک سچ آنکھوں کی قدیم زبان ہے جسے سمجھنے کے لیے عقل مندی سے زیادہ اعتبار کی ضرورت پڑتی ہے۔

ہم پہ ہماری آنکھوں سے بڑا آسمان کبھی نہیں گرتا اور ہم اپنی سوچوں سے بڑھ کر کوئی دھرتی نہیں بنا سکتے۔ دیکھنے والے اپنی امیدوں پر رکھ کر ہم سے نتائج مانگتے ہیں۔ آدھی دنیا اس لیے بھی بری بنی ہوئی ہے کہ لوگ دوسرے سے خود اپنے جیسا پانے اور بننے کے علاوہ کوئی نئی امید نہیں رکھتے۔ جب انسان اچھے طریقے سے محبت اور عزت دینے اور بنانے کی کوشش کرتا ہے تو لوگوں کی طرف سے اسے برے طریقے سے مٹانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ہر زمانے کے لوگ اس سے شدید اختلاف رکھتے ہیں جو نئی زبان بناتا ہے یا پرانی زبان میں نئی بات کرتا ہے۔ لوگ اپنے جیسوں کو پسند کرتے اور اپنے دستورِ پر دنیا کو چلتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کسی منظر کو غور سے دیکھنا اور کسی بات کو گہرائی سے سوچنا پڑے۔

ہم سفر کے ثمرات میں وہی پاتے ہیں جس کی امید پر زندگی کی ناؤ لہروں کے حوالے کی جاتی ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہوتا ہے اسے المیہ کہا جاتا ہے۔

طویل سفر کو لوٹتے، لوگ موسم، اور چیزوں کے بھاؤ تاؤ کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ، وہاں کے لوگ کیسے تھے؟

میں کہتا ہوں، دنیا کے سارے آدمی ایک جیسے ہوتے ہیں؛ فرق صرف ان کی آنکھوں میں ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کس طرح دیکھتے ہیں!

وہ قربانیوں کو بھی کاروبار میں شمار کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تخیل کا عطیہ کا کرنے پر ہمیں کتنا فائدہ ہوا۔ یہ سوال ہمارے سفر کو پراسرار بنا دیتے ہیں۔ ہماری منزل ان پتھروں کو شمار کرنے سے گریز کے بہانے ڈھونڈتی رہتی ہے، جو اپنی چھاؤں پر پڑتے رہتے ہیں۔لیکن ان بوڑھے ہاتھوں میں سفر سے واپسی کی کوئی لکیر نہیں تھی جنھوں نے ہمیں پیشانی پر بوسہ دے کر وداع کیا اور خود پر دروازے بند کر لیے۔ ہمارا سفر ہی ہماری منزل ہوتا ہے۔اور منزل ہی ہماری تمام زندگی، زندگی اتنی ہلکی کہ ہوائیں بھی ساتھ چھوڑ جائیں اور اتنی بھاری کہ زمین کا محور بھی لڑکھڑانے لگے۔ یہ دونوں حوالے لاوارث رہتے ہیں۔ پہاڑ اور تنکے کون سنبھالتا ہے۔

دکھ، پیڑا، رائیگانی اور اداسی سفر کے پڑاؤ کے مختلف نام ہیں، اور خوشی ایک سراب کی مانند۔

اداس لہر کا آخری زینہ خوب صورت خواب سے بھری ایک انتہائی رات

ہے، جو زرد پانی پر تیرتی رہتی ہے۔ جس کا انت اسی میں ہے کہ اس عرصے کو خواب کے طور پر ہی محسوس کیا جائے۔ اور خواب ایک دعوت نامہ ہے جس میں غنودگی عبث بن جاتی ہے۔

کسی کے آنے کی امید سے، تبدیلی پسند جدید تصوراتی مفہوم میں کچھ اور نہیں ہوتا، سوائے کائنات کے کٹورے میں حرکت اور ارتعاش پیدا ہونے کے۔

ہمیں ہمیشہ اس آہٹ کا انتظار شدت سے رہتا ہے جو ہمارے قدموں سے ہم کلام ہوتا کہ ہمارے ارادوں میں ایک سفر کا اہتمام ممکن ہو سکے۔

پہلے بھی اور اب تک، ہمارے پاس گزارے کے لیے انتظار بے چینی اور سوال ہیں، ہم نے اپنی شاموں کو عید کی روشنی میں بدلنے کی بہت کوشش کی ہے۔ چاند کا فیتہ کٹ کر ہمارے نصیب کے حصے میں کیوں نہیں گرتا اور صبح محلات کے لمبے پلروں سے لکیر کی طرح بہہ کر گلیوں سے گزرتے کئی عمریں کیوں ڈھلک جاتی ہیں؟ سورج کا گولہ ہمارے سینوں کی تاریک گوشوں سے طلوع کیوں نہیں ہوتا؟!

اداس لہر کا آخری زینہ ان سوالوں پر سوچنے کا ایک تسلسل اور اس سفر کی روداد ہے، جس میں ہم ایک ساتھ شامل ہیں۔ جن کے اثرات سے کوئی الگ نہیں، نہ اس کے ساتھ کچھ مختلف ہوگا۔

ایچ بی بلوچ

گلاب لغاری، ٹنڈو الہیار، سندھ

روشنی

ہم موم تھے
اور ذرا سی آگ پر ختم ہو گئے
جتنا ہمارا وجود تھا
اتنی روشنی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی!

خواب

جن آنکھوں میں
پُتلی کی جگہ خواب رکھے ہوں
وہ بادل بن جاتی ہیں

جن کا حوصلہ
اپنا پانی لے جا کر
آسمان میں تیرے

ڈبکی ایسی کہ
کوئی پیالہ نہ چھلکے

قہقہہ ایسا
کہ سارا اندر خالی ہو جائے!

ضرور کوئی ستارہ نیچے آرہا ہے!

یہ یخ بستہ ہوائیں
اور تمہاری نیم گرم باتیں
ضرور موسم کی تبدیلی کا اشارہ ہیں!

ضرور کوئی ستارہ نیچے آرہا ہے!
گھاٹیوں کی طرف
تہہ کی طرف رواں
اور بہتے اندھے سیال سے نبرد آزما ہونے
کہکشاں کی رگ
میں نے ہر آتے مہمان کے ہونٹوں سے پھڑکتے دیکھی ہے
منڈیروں پر
فاختاؤں کی چونچ سے کاسنی پھول کے رنگ دمکتے دیکھے ہیں

اب تک ہر دیوار زیرِ لب مسکرا رہی ہے !

ضرور کوئی پھول
خوشبو کی شدت سے پھٹنے والا ہے
اک تتلی شام سے بے وجہ شرما رہی ہے !
ضرور ہوا کے رخ پر کشتیوں کے رخ بدلنے والے ہیں
گلیوں کی باتیں کرتے گھروں کو لوٹتے ملاح
سمندر کی باتیں کر رہے ہیں !

ضرور عشق میں جادو
اور انتظار میں دل فریبی ہے
سرد موسم میں
پتھر کی بنچ پر بیٹھنے کا خوف بھلا بیٹھا ہوں !
اور پانچویں کپ میں مسلسل
چائے سے بھاپ بننے کے عمل سے گزر رہا ہوں !!

ہوا اور گھٹن

باہر کی ہوا
چھتوں کو
رنگوں سے خالی کرتی جا رہی ہے
اندر
کی گھٹن نے
کمرے کو دھوئیں سے بھر دیا ہے!

خوش فہمی

آنکھوں
کے بغیر چہرے
کتنے لمبے
سفید اور سپاٹ ہوتے ہیں!
بید کے تنے کی طرح

جیسے اکثر ہوتا ہے
وہ بھی
اس تنے کے اندر
رہائش گاہ کے لیے ایک وطن بنائے گا
ہر سو پھیلے
کائناتی بے نور چہروں سے

کوئی اسے کہے گا؛
تم کتنے مظبوط اور محفوظ ہو!

اور وہ
اپنی جڑوں کے زور سے
زمین کے
لڑکھڑاتے ہوئے لٹو کو
گھومتے ہوئے پکڑ لے گا!

ایسا تو ہونا ہی تھا!

دن
جو سورج کی گرمی سے بھرپور تھے
اور تناور درخت کی طرح
زمین کی پرشفقت پشت پر پھیلے ہوئے تھے

تمہارا نام
کسی تذکرے میں ملنے پر
محبت زدہ اماوس کے بدن سے
پھلجھڑیاں جھڑتی تھیں
جیسے ٹرین کی دھمک سے بھرپور پھول جھڑ پڑتے ہیں
اور ہر سو خوشبو پھیل جاتی ہے!

ہر گزرتا لمحہ

صحرا کی ریت کی طرح چمکتا تھا

اور ہر آتا لمحہ

دُور ہوتے ہوئے بھی

دور کے پہاڑ کی طرح

بہت قریب محسوس ہوتا تھا

ہم نے سوچا نہیں تھا

کہ ایک دن

وہ دور کا پہاڑ !!

ڈائنامائٹ کی طرح پھٹے گا

اور پھر ہم......ٹکڑوں میں برباد ہوں گے !

یہ تو ہونا ہی تھا

ہد ہد کی خوب صورتی کو صرف درخت جھیلتے ہیں !

اعزاز

تم انھیں
مذہبی کیوں کر کہہ سکتے ہو
وہ تو
شراب حلال ہونے کے اعزاز میں
زرتشت کو مبارک مذہب سمجھنے لگے ہیں!

کبھی تو

جیسے
پردیس سے
پرندے آبی ترائیوں پر اترتے ہیں
ویسے یادیں بھی
آنسوؤں کی جھیلوں پر اترتی ہیں
اور اس طرح اتراتی ہیں
جیسے شمال کی ٹھنڈ، دسمبر میں ہونٹوں پر اتراتی ہے!

کبھی
دل کے بندرگاہ
ان کے شور سے
سکھیوں کی ہنسی جیسی رونق لگاتے ہیں

اور ہر لمحہ شہر کی صبح کی طرح جاگ جاتا ہے!

اے من!
اتنی غنودہ لاپروائی
کیا تم ستار پر انگلیوں کی طرح رقص نہیں کر سکتے؟!

کبھی تو!!!!

کبھی کبھی تو
مور کی صدا کی طرح
بادل کے دل میں اتر جا
گھٹاؤں کی
سرشار سپردگی کی طرح مٹی میں خوشبو پیدا کر
اور بیر بہوٹیوں کے
حنائی رنگ کے حسن سے
دھرتی کو حسنِ یوسف کی تجلی عطا کر
تاکہ عاشق اپنی انگلیاں کاٹتے پھریں!

سرد مہری

سرد
رگوں والے
زمین
کے اس گولے پر
کتنی ٹھنڈ ہے؟
آؤ
ایک دوسرے کی روح پر ہاتھ سینکیں!

پتھر

ساری شمعیں
جلانے کے لیے ہوتی ہیں
اور ساری شمعیں
بجھانے کے لیے بھی ہوتی ہیں

سارے دھرنے
بند راستے کھلوانے کے لیے ہوتے ہیں
سارے اندھے پتھر
ہر بند کھڑکی کو ہی لگتے ہیں
مگر ایک پتھر
صبح سے دیدے پھوڑے کھڑکی کھلنے کا انتظار کر رہا ہے!

بھگت

وہ نیم دراز تھی
اپنے کھلے چہرے کی ہستی کے ساتھ
نور اس پر ایسے سرسرا رہا تھا
بڑے رقبے پر پھیلے فصل میں جیسے
کپاس کی سفیدی کو چنتی عورتیں سرسراتی نظر آتی ہیں

اس کے ہاتھ میں گوشہ عافیت تھا
شاید کوئی کاغذ کا ٹکڑا
کتاب یا رومال بننے کا فریم
لیکن مجھے پھر دوبارہ
اس کے نور اور ہاتھوں کی طرف دیکھنے کی طلب نہ ہوئی
کیوں کہ مجھے یقین تھا

مکئی کے بھٹے کی طرح اس کے جسم کا ہر دانت مسکرا رہا ہوگا
اور جس عرصے میں وہ مصروف رہتی ہے
کام اور وقت کا وہ حصہ
نیک روحوں کی طرح مکان کی کشادہ راہ داریوں میں گھومتا رہتا ہے
میں تمہارے لیے چائے بناتی ہوں
اتنے بھٹکے ہوئے ہو، اچھا کسی سفر پہ ہو
ہاں شاید
لمبا سفر، جس میں انسان اپنے نام کو اپنے مقصد کی جگہ فرض کر لیتا ہے
پکارنے کے بعد بھی
پھر کوئی مڑ کر نہیں دیکھتا
سخت جان اور کٹھن موسم میں
اس کے لبوں سے ایک گہری مسکراہٹ پھوٹی
جیسے کرخت پہاڑیوں کے دامن سے ایک شفیق دریا ہمیشہ کے لیے بہتا رہتا ہے
میں اسے
تھان سے کپڑے کی طرح کھینچتا اور ناپتا گیا
بازوں پر لپٹے ہر گز میں وہ مجھے ہر دفعہ الگ رنگ میں ملی
اس نے معنی کے معاملے میں
مجھے باکمال بنا دیا تھا

ایک دفعہ مجھے وہ
پنچوں کے گھیرے میں نظر آئی
اپنے گھٹنوں پر جھکی ہوئی
میں اسے کن اکھیوں سے دیکھتا رہا
اور ایک دفعہ سوچا
وہ کبھی بول نہیں پائے گی
کبھی کبھی ہم خاموشی کو اتنا گہرا کر دیتے ہیں
کہ ہمارے سروں کے علاوہ کچھ اور نظر نہیں آتا
لیکن اس کے پاس
پکارنے کے لیے بہت کچھ تھا
سب ستارے اس نے پیدا کیے تھے
اور پاس بلانے کے لیے، جنھیں اس نے فرش پر بکھیر دیا تھا

پھر میں نے اسے قربان گاہ کی سیڑھیوں پر دیکھا
اس کی جسم کی کاٹھی کو لوگوں نے کسی بینر کی طرح پکڑ رکھا تھا
اس نے بڑی یقین اور ہمت کے ساتھ پکارا
بھگت !!!
وہ آواز
اس ساعت کے اندر

وہاں موجود کوئی سماعت شناخت نہیں کر پا رہی تھی
ایسا لگا وہ اپنے حواس کھو چکی ہے
یا اسے ابھی ابھی کسی اور جگہ سے اٹھا کر لایا گیا ہے
اس نے مجھے جھنجھوڑا
بھگت!!!
جب سفر لمبا، آسمان چھوٹا پڑ جائے اور راستے آتشیں
تو انتظار برف کی ڈلی کی طرح پگھل جاتا ہے
لو۔۔۔میں اسے صرف رومال میں سنبھال پائی ہوں!!

زخمی کیکٹس

روحیں !!!
دُھنی ہوئی روئی کی طرح پھڑ پھڑاتی
اور زخمی کیکٹس کی طرح روتی رہتی ہیں

مگر زندگی نغموں سے دور
اور رنگ
بہاروں کے دوسرے کنارے پر جا کھڑے ہیں
پپیتل کے چنگ سے موسیقی نہیں ،صرف لرزش نکلتی ہے

ناؤ ساحل پر کھڑی ہے
خشک پتے اس کا پیٹ بھر رہے ہیں

چاند اور سورج کا

ہر کونا لرزتی خزاں کی طرح خالی ہے

میرے اندر

کوئی ضدی لکیر بار بار ہاتھ ہلاتی ہے

حسن کو بھی

گم نامی میں فنا نہیں ہونا چاہیے!

حسن کو بھی

گم نامی میں فنا نہیں ہونا چاہیے!

اس میں قصور

دن کا نہیں، نہ رات کا، نہ کسی موسم کا

ہماری

دھڑکن کی زرخیزی

اس فصل میں پرورش پاتی ہے جس کی جڑیں پاتال تک ہیں

اور اس کی رنگت اس پھول کی طرح، جو پانی کے بہاوے پر تیرتا رہتا ہے!

بہانہ

ہر رات
موت کے ہاتھ میں
زہر کا پیالہ جھولتا رہتا ہے!

ہر روز ہم
صبح نیا کام
شروع کرنے کے بہانے پر زندہ بچ جاتے ہیں!

پُرفریب مسکراہٹ

جب عورت نے
دکھ کو پوٹلی میں باندھا
تو دکھ کو پیٹھ پر لادنا آسان ہوگیا

مزدور نے
بھوک کو آنکھ میں جڑ دیا
تو خواہشوں پر قبضہ گیری سہل بن گئی

ایک مسافر نے
اپنے دل کو تلووں پر سی دیا
تو اس کا پیچھا کرنا آسان ہوگیا

ایک آنکھ نے
خود کو ہم کلام آئنے کی نذر کر دیا
اب عکس کا
دل فریب مسکراہٹ سے بچ نکلنا مشکل ہے!

صراحی

تمہاری
صراحی خالی کیوں ہے
تم ٹوٹ گئے
یا صراحی ٹوٹ گئی؟!

دِیا

جب
دو سائے
خوب صورت قصہ چھیڑنے کی
شروعات کرتے ہیں

دِیا
تیل ختم ہونے کے بعد بھی جلتا رہتا ہے!

مجھے ڈھونڈنا بڑا آسان ہے!

میں چلتا رہتا ہوں
دو حصوں میں
میں جینے کی کوشش نہیں کرتا
لوگ مجھے جینا چاہتے ہیں

یوں ہی بکھرے وجودوں میں
وہ مجھے چن چن کر اوڑھ لیتے ہیں

بھوکے پیٹوں کے بے حیات پوروں میں
کوئی لفظ نہیں ہوتا
جانے کیوں
میں ان کے زبان کی گالی بن جاتا ہوں

میں ننگِ نفس میں
اٹھتا ہوں، بیٹھتا ہوں
کوئی غیر مرئی قوت
مجھے اپنے طبقے سے چپکائے رکھتی ہے

جب کبھی میں خود کو
ان سے الگ کرنا چاہتا ہوں
ہمیشہ کی طرح دروازے کے باہر رہ جاتا ہوں

مجھے ڈھونڈنا بڑا آسان ہے
مجھے ڈھونڈنے کے لیے
ہر حکمران اپنی لغت رکھتا ہے!

شام کا خوف

ملاح
جال سے مچھلی نکال رہا ہے
عرشہ بھر چکا ہے لیکن
پھر وہ دوبارہ جال پھینکے گا

ہر بار
ایک عورت جنگلے کو
ہاتھوں کی مضبوطی سے پکڑ کر
دوبارہ سیپ بن جانا چاہتی ہے !

سمندر اندر سے خالی ہو چکا
مگر ایک کے بعد ایک لہر

جال سے لپٹ کر
اس عورت کے نصیب میں طوفان پیدا کرنا چاہتی ہے
ساحل پر ثبت پاؤں سے لپٹ کر
گلیوں میں رقص کرنا چاہتی ہے !

ستاروں بھرے آسمان میں
خالی ہاتھ واپس جانے کا ڈر
ان سب کا دماغ خراب کر رہا ہے !

دُعا

ایک پنکھ
ہوا کو چیرتا جاتا ہے!

دو ہاتھ
دعا پر خوش ہوتے رہتے ہیں!

میں دلوں کے قریب رہنا چاہتا ہوں!

میرے ساتھ
انگور پکنے کی رُت میں چلو
میں وہ دن دیکھنا چاہتا ہوں
جو پانی کو میٹھا
شراب کو کڑوا
اور مالک کو پیاسا بنا دیتا ہے!

مجھے
تھاپ کی بازگشت میں
دو روحوں کے سنجوگ کا
روح پرور موسم کا منظر محسوس کرنا ہے
جو ڈالی کو شاخ، پھل کو گلابی

اور درخت کو اکیلا کر دیتا ہے!

میں محاذ پر جانا چاہتا ہوں
تاکہ وہ تلوار چھو سکوں
جو دھرتی کو بنجر، انسان کو قاتل
اور لٹیرے کو فاتح بنا دیتی ہے!

میں دلوں کے قریب رہنا چاہتا ہوں
تاکہ وہ دھڑکنیں سن سکوں
جن میں زمین کا سبزہ
پھول اور کلیاں بن کر نسوں سے حلول کر جاتا ہے
ہر سو امن کی خوشبو پھیل جاتی ہے
اور ہزاروں فاختائیں ایک ساتھ سناٹے کا منہ بھر دیتی ہیں!

لیکن مجھے ایسے
عشق کے پاس کبھی نہیں رکنا
جو دل کے بجائے دماغ میں دھڑکتا ہے!

رات اور اعتبار

جب میں
چاند کو دیکھتا ہوں
جو ندی کے پانی میں
رہائی کی بھیک میں گڑگڑاتا ہے

یا سمندر
کی چھاتی میں بھرے نمک کے ناخن
اپنا پورا وقت
چاند کو
برباد کرنے کی جوا میں ہار جاتے ہیں

جب کسی

سواری کی کھڑکی سے
سبزہ زار کو دیکھتا ہوں
مجھے دکھ ہوتا ہے اس کی تنہائی پر
بہت سی چیزیں
بغیر گواہ کے ویران ہو جاتی ہیں!

باقی رات اور اعتبار
ان کے
نشانے کا شاہد
خود مشہود بھی نہیں ہوتا
یہ پوری دنیا میں
ہو چکنے سے پہلے دونوں ایک طرح سے سیاہ ہیں

جیسے حادثے کا احساس ہونے سے پہلے
ایک گولی
سر کی پچھلی طرف سے
لگنے کے بعد
پیشانی سے خون آلود
روشنی کے ساتھ طلوع ہو جاتی ہے!

یاد اور خواب

تمہاری یاد....
اَدھ کھلی پانی کی ٹونٹی

ہمارے خواب....
ہاف فرائی مجرم!

آہٹ

زہر کا رنگ نیلا ہے
یا سبز
یہ پیالے پر بنے پھول نہیں جانتے

ہم موت کی طرف بڑھ رہے ہیں
کہ موت ہماری طرف
لیکن
آہٹ دونوں کو سنائی دے رہی ہے!

میں اور زور سے برسنا چاہتا ہوں!

میں بارش کے قطروں سے پہلے
برس پڑتا ہوں
اور ہواؤں کے طوفان
میرے پیچھے دوڑتے آتے ہیں

پانی کے
چھوٹے اور شرارتی قطرے برسنے کے بعد
ہر چیز کتنی شرارتی بن جاتی ہے

میں اور زور سے برسنا چاہتا ہوں
میں چاہتا ہوں کہ
درخت پودے کھڑکیاں دروازے بے قرار ہو کر

اپنی گردنیں جھٹکنے لگیں
پرندے اور رنگین پتنگ
اپنی چھوٹی حیران آنکھوں سے
چھپ چھپ کر یہ سب کچھ دیکھیں

میں پانی کے چھوٹے ذرات سے
ہر منظر میں شرارتی شیطانی دیکھنا چاہتا ہوں
لیکن یہ بتانا بالکل بھی پسند نہیں کروں گا کہ
باہر اس پر زور بارش سے پہلے
میرے اندر کیا ہوتا ہے!

سورج

جس کوک پر
مزدور اٹھ بیٹھتا ہے
وہ ٹرین
پٹریوں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاتی!

جو سورج
کسان روزانہ
ڈوبتے ابھرتے دیکھتا ہے
وہ بڑے گھروں کی پینٹنگز میں آ کر رک جاتا ہے!

پانی کا دکھ

ابھی ہم نے
آفتوں کو سدھا کر
ضرورتوں سے لطف لینے کا سلیقہ نہیں سیکھا
ہم نے ہمیشہ
نعمتوں کی ذخیرہ اندوزی سے فتنے پھلائے
پانی کی طلب
اور لہروں سے محبت نے ہمیں ویران کر رکھا ہے
ہم ازل کی پیاس لیے پانی کے قہر سے ڈرتے رہتے ہیں!

ہمارے بادبان کھلے ہوئے
اور سینے سمٹے ہوئے ہیں
جانے ہم نے کتنے سمندروں کی عرق ریزی کی ہے
اور جانے کتنے سفروں کا رنگ نچوڑا ہے
لیکن پیاس ہمارے آنکھوں سے بہہ کر ہمارے عرشے سکھا رہی ہے!

یادیں پیراسائٹ ہیں!

تنہائی
کے کنارے پر
کتنی اداسی پھیلی ہوئی ہے!

دل کرتا ہے!
روحِ پر پاؤں رکھ کر
بھیڑ میں کھو جائیں!

اور اِن بادلوں سے جا ملیں
جو ایک دوسرے سے
سر ٹکرا ٹکرا کر مر جاتے ہیں
جن کا سفر

آسمان کے نیلگوں پیٹ پر
لیکن منزل زمین کی کوکھ میں ہوتی ہے

یادیں پیراسائٹ ہیں!
ہمارے وجود سے
جڑے عکس ہمیں
اس کے کمبے سے بغل گیر کر دیتے ہیں
ہم سائے کی حکم رانی میں جیتے ہیں
اور اکیلائی سے گھبراتے ہیں!

ہم اچانک نموزیست
اور کل وقتی موت سے ڈرتے ہیں
ہماری جز وقتی محبت سے کچھ گھٹا کر
ہماری عاقبت میں کچھ بڑھا دیا گیا ہے!

ہم ستاروں کے بور سے خوشبو چھانٹتے
اور نو بیاہتا جوڑے کی طرح
رات ہونے کا انتظار کرتے ہیں!

ہم ساکت جامد
رات کی تمازت سے حرارت پاتے ہیں
اور صبح کی ٹھنڈک میں
گویائی کی باگ ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں!

ہماری دنیا ہم نے بنائی ہے
ہم چاند پر جشن مناتے
اور کچرا اپنی روح کی کھائی میں پھینک دیتے ہیں
ہم غم کا سمندر چھانٹتے ہیں
اور ہر اس بندرگاہ کا لطف لیتے ہیں
جو لمبی دھاڑ مار کر ہمارے سینے سے لپٹ جائے!

ہم نمکین کڑوے پانی سے کھیلتے ہیں
اور آنکھوں کو
عجیب ہنر سے چھپا کر رکھتے ہیں
کہیں ہماری
وہ سلطنت مٹ نہ جائے جس کے ہم حاکم ہیں!

محبت

محبت ؟!
محبت کے
بارے میں تمھیں کیا بتاؤں ؟

محبت تو
اس سے ہوتی ہے
جس کے
ہونٹوں سے حقارت محسوس نہ ہو!!

آئنہ

آئنے میں
حقیقت کا حصہ نظریں چراتا
اور خواب کا حصہ بال کلر کرتا ہے!

آئنے اور راز میں
سکون ہے
اس کوٹ جیسا
جس کے اندر باہر بہت سی جیبیں ہوں!

بانسری

ماہیوال
کی بانسری بنو
تو ٹھیک
ورنہ سوہنی کا گھڑا بننے پر
مجھے بھی اعتراض ہے!

بہادر بننے کے لیے۔۔۔!

زندگی کی
مفلس ترین گھڑیوں میں
ہم خوف کا شکار
اور زندگی کے شاطر ترین لمحوں میں ہم
خود پسندی کا نشانہ بن جاتے ہیں

بہت کچھ کھونا پڑتا ہے
بہادر بننے کے لیے

وہ رشتے
جو ہمیں کمزور بناتے ہیں
فراموش کرنا پڑتے ہیں

وہ پلاٹ
جن پر خواب اپنا اسکرپٹ تحریر کرتے
اور وہ کالونیاں جن میں
حسرتیں اپنی نو آبادیاتی رہائش گاہیں بناتی رہتی ہیں

بہادر بننے کے لیے
ایک وہ دھما کا ہونا ضروری ہو جاتا ہے
جس میں ہم اکیلے رہ جائیں!

خوف کی ویسے بھی کوئی عمر مخصوص نہیں ہوتی
ہر وہ آدمی موت سے ڈرتا ہوگا
جو دل میں آدھی ادھوری خواہشیں لے کر پھرتا ہے!

بہار

تمھیں
کوئل کی کوک پیاری لگتی ہے؟
پیار تو
تمہارے اندر ہے
جو اظہار کے لیے
ہمیشہ
بہار کا انتظار کرتا رہتا ہے!

اُداس لہر کا آخری زینہ

زندگی
محوِ گردش ہے
عظیم کائناتی پالنے میں
ہم اپنے چھلکے میں آنکھیں موندے
کھلنے کی موسم کے انتظار میں
ایک دوسرے کی حرارت کا خواب چکھ رہے ہیں!

کوئی آ کر
اپنی طویل عصا کے سحر سے
ہمیں سورج کی لاتعداد کرنوں سے کھینچ نکالے گا
ہم لامکان کی بے کراں چھلنی سے گزر کر
تمازت سے لبریز کسی نگاہ کا خواب بنیں گے

اور تکیہ کی قید کاٹتی
بے نور نیندوں میں ان مٹ خراش بن کر ابھریں گے!

کوئی آئے گا
حیرت کے وار سے
جنونِ عشق کی قتل گاہوں پر
خم گردن کا حسین نقش کھینچنے
لذت آمیز بہکاوے سے
ہم، عالم کل کی
گداز اور سپردگی سے لبریز
چھاتیوں کی بے بہا سایہ دار پناہ گاہوں میں
قیام پائیں تو خود کو نہ بھولیں
بھٹک کر بھی، خود کو پالیں!

آئے گا کوئی
اور چپ سادھے
گہرے کنویں جیسے دامن میں
زیست کی جھکی شاخ پر
ہمیں اپنی ذات سے نبرد آزما، اثباتی رقص سکھانے

شاید ہم، دیس کے کسی فراموش شدہ گوشے سے ضبط کیے جائیں!
اور جگنوؤں کی ایک لڑی کی مانند
زمین کے زلف پر
سکون بھرے بوسوں کے شہد سے برآمد ہوں!

ہونٹوں کو
تابش بخشتی زندہ جاوید دُھن سے
اداس لہر کا آخری زینہ مٹانے
کوئی آئے گا

اور ہمیں بو دے گا، اپنی ازلی و ابدی آواز میں
ہم ستاروں کا ساز ہیں
اور عالم ارواح کا طویل گیت
مہکتی راتوں کو
بصارت کا مزہ چکھنے کی حسرت
ہماری ہڈیوں میں مشک پیدا کرتی رہی گی!

فریم

فریم میں
حسین مرمریں بدن پر
جب نگاہ
بولی کی جتنی رقم تولتی ہے

پینٹنگ کی نچلی طرف
کیل اتنی روزانہ
دیوار میں گھستی جا رہی ہے!

محبت اور بارش کا مسئلہ ایک جیسا ہے!

محبت کے حسین پر ہوتے ہیں
جس پہ مسکراہٹ کی کرنیں چمکتی رہتی ہیں
اور مسکراہٹ پر
صرف خوب صورت روح کا حق ہوتا ہے
جو اسے محبت میں ادائیگی کا سلیقہ سکھاتی ہے!

محبت اور بارش کا
مسئلہ کچھ ایک جیسا ہے
یہ محبت کی طرح
زمین کی خوب صورت اور فرماں بردار سطح پر برستی ہے!

بارش کا ایک قطرہ
اپنے سرمئی وجود کی نفی کے لیے
سفر کی سنگینی کے
سارے مراحل انجانے میں طے کرتا ہے!

حسین مرمریں مجسموں
قدیم آثاروں اور سوکھی باہیں پھیلائے
طویل القامت پیڑوں کو روندتے
فصل کے لیے تیار
بارانی زمینوں کے خاکی گھونگھٹ سے نظریں چراتے ہوئے
سرحدی امور کو بالائے طاق رکھتے
بارودی سرنگ اور خاردار تاریں پھلانگتے
اور صحراؤں کی خشک امیدوں
اور ادارہ موسمیات کے پیرامیٹرز کو دوکھا دیتے ہوئے
اچانک خوابوں میں
قہقہوں کی مقدار
کالج کی چھٹیوں کی معیاد اور کیمپس کی رونق بڑھا دیتا ہے

وہ صرف اپنی ذات کی الجھن سے برستا ہے!
محبت کی طرح
وہ ہوا میں بنتا ہے
اور ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے!
لیکن ایک درخت کا دل
موسم سے بہت بڑا ہوتا ہے
کیوں کہ
اس کی جڑیں ہمیشہ زمین کے اندر ہوتی ہیں!

ڈسٹ بن

زندگی کی تلخی
ایک ڈسٹ بن ہے!
ہر روز
ایک کے بعد ایک آدمی
اس میں جمع کر رہا ہوں!

دنیا میں سات سُر ہیں

دنیا میں سات سُر
اور اتنے ہی قسم کے موسم ہیں
ہو سکتے ہیں
اس سے بھی زیادہ

جتنا انسان ہنستا ہے
جدید سروں کے سفینے کھلتے
اور انسان جتنا سوچتا ہے
نئے نئے موسم ایجاد ہوتے ہیں

پہاڑیوں کا سلسلہ
جو بل دار راستوں کو پیدا کرتا ہے

کاش کوئی نہ ختم ہونے والا بل دار قہقہہ پیدا کرتا
اور ہم بغیر ایندھن کے لمبا سفر کر سکتے!
اور پیچھے نئے موسموں اور نئے سروں کا غبار چھوڑ جاتے!

تم دنیا کی خوب صورت عورت ہو

تم دنیا کی خوب صورت عورت ہو
جس نے مجھے پر دیے
اور زمین سے جلاوطن کر دیا
میری زندگی
محبت کے دستاویز پر گری چائے کے نشان کی طرح تھی
جو کافور میں بدل گئی!

حقیقت اتنی تلخ ہو سکتی ہے تو تلخ سہی
فریبِ نظر اتنا حسین ہو سکتا ہے تو فریبِ نظر ہی سہی!
تم وجدان کا واقعی وہ اسرار ہو جو مبہوت کر دیتا ہے

کنوارے ہاتھوں کا وہ صدقہ

جس پر کاسہ گدائی میں فخر محسوس ہوتا ہے
تم جاڑے کی وہ امید ہو
جو فانوس گل ہونے کے بعد جلتی ہے!

تمہاری نظر
تلواروں کا پانی خشک کر دیتی ہے اور دھاریں کند پڑ جاتی ہیں
تمہاری سرگوشیوں پر
جنگ بندی کے بعد کی خاموشی چھا جاتی ہے!
اور کوئی شاخ جھوم کر رک جاتی ہے!

تم دنیا کی خوب صورت عورت ہو
تم
میرے ساتھ چلو گی
تو زیست کا ایک حسین زینہ بنے گا
گھر کے باہر تھوڑی دیر تک
رتھ کی سواری
یا کہکشاں کے راستے کی دھول میں
بیل گاڑی کے کچھ نشان
ہمیشہ ہمارے سفر کے تکلفات پر عینی گواہ رہیں گے

یہ میرے ہونٹ ہیں

ان کی حدت پر زندہ ہونا اور یہ میرا دل ہے

اس میں جینا سیکھو

مگر یہ میرا سینہ ہے

اس پر خراشیں مت ڈالو

تم تیراکی سے ناواقف

اس میں سمندر جاگا تو کہاں جاؤ گی؟!

مصور

میں تمہارے لیے ایک سمندر بناؤں گا
تاکہ تم کبھی باہر نہ نکل پاؤ
مصور نے کہا
اور مسکرا دیا
اس کی مسکراہٹ میں طوفان تھا

میں چیخا
مصور میرے لیے صحرا بناؤ!

اس نے کہا،
بے وقوف وہاں تم مر جاؤ گے!
میں نے تمہارے دائیں ہاتھ میں چھالے دیکھے ہیں

اگر ریت نے حاملہ عورت کی طرح ابکائی دی
تم ہمیشہ کے لیے دفن ہو جاؤ گے
مٹی پر موت سمندر کی موت سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے!
تمہارے پاس تباہ ہونے کو اتنے پہاڑ ہیں؟
کہ تم عمر بھر
گرگس کی چونچیں برداشت کرتے
اور اپنے کندھوں پر کیکٹس پیدا کرتے رہو

میں نے کہا
پھر مجھے نیلے آسمان میں ستارے کی صورت بنا دو!

مصور نے کہا
مورکھ!!
تم ضرور زمین والوں کو کشٹ میں ڈالو گے
جب آسمان پر کسی ستارے پر افتاد پڑتی ہے
تو سب سے پہلے زمین پر زبانیں چلتی ہیں!

مصور نے مزید کہا:

میں فرمائش پر بے رنگ زندگی پر خوب صورت موت کا قائل نہیں
خودنوشت میں انسان اپنی شکست سے انصاف نہیں کر پاتا!
مگر تم چاہو تو میں
تمھیں کسی فوج کا جرنیل بنا سکتا ہوں

نہیں!!!
میں نے کہا:
مجھے دکھ ہوتا ہے مفتوح علاقوں پر نگران مقرر ہونے پر
مجھے رشک آتا ہے ان فاتحین پر
جو ہتھیار استعمال کیے بغیر دنیا بھر کے خیالات کو فتح کر لیتے ہیں!
اس بار میں نے اس کا برش چھین لیا
اور اپنے لیے ایک بہادر مصور بنا ڈالا!

جب ہم خوش ہوتے ہیں!

ہم خوش ہوتے ہیں
وقت کو ابدیت بخشتی
احساس کے تابع بدلتی ہواؤں کو بانہوں میں بھرتے ہوئے
اور نومبر کو چلتے
مقناطیسی شمالی تھپیڑوں میں کسی یاد کے سایہ دار پروں میں چھپتے
اور سموکنگ پوز میں
دھویں کے سرمئی ملبے سے بے ستون کیفے ٹیریا بناتے ہوئے
نماشام کو آگ پر ہاتھ سینکتے
اور سرسوں کے پھولوں سے شہد بناتے ہوئے!

ہم واقعی خوش ہوتے ہیں
دل میں کوئی اور مزیدار بات چھپا کر

کسی اور بے وزن بات پر قہقہہ لگاتے ہوئے!
دھواں پھیلاتی
پھاٹک پر گاڑیوں کی بھیڑ لگاتی ٹرین کے اچانک رک جانے سے
یا راستہ کاٹتی نگاہوں کی حدت محبت میں ریل گاڑی چھوٹ جانے سے

ہم خوش ہوتے ہیں
صبح کو
روزانہ رات کو بنائی ہوئی دیوار گر جانے پر
شام کو
کینٹین یا ریسٹورنٹ میں
کسی فلاسفر دوست کے ہاتھ میں
چائے کی پیالی سے عشق کا جن ابھر آنے پر!

ہم خوش ہوتے ہیں
جب بار بار گھڑی میں دیکھتے
اور بار بار ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جاتے ہیں
اور ڈائننگ ٹیبل پر
باتوں باتوں میں کوئی بھی ایئربیس خرید سکتے ہیں
جب ہم خوش ہوتے ہیں

سازشوں کے سارے راز اگل دیتے ہیں !

ہم خوش ہوتے ہیں
وجود کے ساز پہ ہلکی چوٹ پڑنے پر قدموں میں سنگیت بکھر جانے سے
دل کی راجدھانی سے کوئی موتی خرد برد ہو جانے پر
ٹریول بیگ میں کپڑوں سے زیادہ سرگوشیاں بھر جانے سے !

ہم خوش ہوتے ہیں
سورج کے سامنے ہاتھوں سے دل کی تصویر بنواتے ہوئے
ہم تب بھی خوش ہوتے ہیں
جب
غلامی کی بدترین شکل میں
مطمئن سوچتے ہیں کہ
بند مٹھی میں آزادی کے دن بھی کتنے سما سکتے ہیں !

راستہ

میری سوچ
تمہاری آنکھیں بن گئیں ہیں
تم روز
میری کھڑکی سے گھومنے نکل جاتی ہو!

پہلے سب خوف میں گاتے ہیں!

ہم
اپنا ڈر مٹانے کے لیے
گاتے ہیں
اور ہماری آوازیں
دیرینہ امید
اور اپنی سرشت میں
گلو خلاصی سے پرکیف ہو جاتی ہیں

پہلے سب
خوف میں گاتے ہیں
پھر خوف زدہ لوگوں کو جمع کرنے
اور آخر میں مل کر رقص کرنے کے لیے!

پہلے ستاروں سے
گری روشنی نغمے میں شامل ہوتی ہے
امر بیل اور تمباکو کے
سارے پودے تلف کر دیے جاتے ہیں
پھر پوری دنیا کی فوجیں
مسرور حکم کے تابع
ایک کے بعد ایک اپنے ہتھیار ڈال دیتی ہیں !

تم نے ساز پر
حیات کی سپردگی دیکھی ہے؟
کیا تم نے وہ صدا سنی ہے؟!
جو بانسری کے پول میں سانس پھونکنے سے
اور ڈھول کی لکڑی پر کھال منڈھنے کے بعد نکلتی ہے !

کنڈی

کنڈی کی
کہانی بھی
عجیب ہے!

کائنات کے کشکول میں
کھنکھناتی
طلسماتی چالاکی کی طرح

جب ہم
زیادہ خود پسند ہوتے ہیں
تو اندر سے کنڈی لگاتے ہیں
جب ہم

کسی دوسرے کو

کچھ زیادہ پسند آجاتے ہیں

تو وہ

باہر سے کنڈی لگا کر چلا جاتا ہے!

زندگی

محبت کے بغیر
کائنات
کنکروں کا بہتا ہوا دریا ہے
جس میں آواز تو ہے
زندگی کا احساس نہیں!

تمہاری قربت ایک پل ہے!

تمہاری قربت میں
چھلے ہیں
جو تمہارے بولنے سے
انگلیوں میں
ایک ایک کر کے سما جاتے ہیں
جب تم خاموش رہو تو
ہاتھوں سے کھجور کے ضدی پتے پھوٹ نکلتے ہیں!

تمہاری قربت میں
وہ تاریکی ہے
جس میں کچھ عجیب سوچتے
تارے گننے کے عمل سے

جان بوجھ کر بار بار گزرنے کی لت لگ جاتی ہے!

تمہاری قربت
وہ رسم الخط
جس کے نقوش ادا کرنے سے آشکار ہوتے ہیں!

اس جوانی کا کیا فائدہ
جو خوب صورت بات نہ کہے
تم عمر کا وہ استفادہ ہو
جو زندگی کے بھرپور حصے میں
لوگوں کے ارواح میں چھپی تھیلیاں بھر دیتا ہے!

تمہاری قربت میں
خوب صورت بدگمانی کا وہ اندیشہ ہے
جو تنگ پل سے
گزرتے ہوئے میمنے کی سانسوں میں
احتیاط کی صورت
اس وقت تک
پھیپھڑوں میں جگہ بناتا ہے
جب تک وہ باحفاظت گزر نہ جائے!

حوصلہ

دو کٹورے بھرے ہوئے ہیں
ایک تمہارا
اور ایک تمہاری اس آنکھ کا
جو جانے کتنے دریا خالی کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے!

رنگین پینسلوں کا دیوتا

ہر نظر کا حسن
رنگین پینسلوں کا دیوتا ہے!

گم سم
سخت جان نیلگوں پہاڑ
سفید اور سرخ گداز ہاتھوں کے اشاروں سے بنے!

خوب صورتی کی دھار سے محبت
اور محبت سے میٹھی گلابی قاشیں بنیں

عنابی کشش
ان چہروں کے کمال سے وجود میں آئی

دھڑکنیں جن کے حق میں دست بردار ہو جاتی ہیں!

خاموش طبع
خاکستری ریل کی پٹریاں
مصائب زدہ گٹھڑیوں
بغل گیر قہقہوں
شرماتی سرگوشیوں اور الوداعی آنسوؤں نے بچھائیں

چمنیاں اور پرنالے
ان آنکھوں نے بنائے
جو صدیوں سے
زرد آگ سے سلیٹی دھواں بنتے
اور بے رنگ برف کے تودے کو پانی میں بدلتے ہوئے دیکھتی ہیں!

کیا سورج غروب ہو چکا ہے؟!

ہر کوئی
ستون سے ٹیک لگا کر
آزاد ہونے کی کوشش کر رہا ہے
اور آرام سے سوچتا ہے
کہ میں چھت سے بندھا ہوا ہوں!

شام سے پہلے
واپسی کی آرزو کو
آنکھوں میں مٹی بھر کر بے نور کر دیتا ہے
اور پھر پوچھتا ہے
کیا سورج غروب ہو چکا ہے؟
کیا تم بھی یہیں کے ہو؟

جہاں منظر کو مزید پرسوز بنانے کے لیے
ہر ایک نے اپنی صلیب اٹھا رکھی ہے
نہیں تو... تم ضرور ہنسو گے اور پکڑے جاؤ گے!

لوگ انھیں ریت کے ٹیلے کی طرح نظر آتے ہیں
اور وہ اس میں دفن ہونے کے ڈر سے دور بھاگتے ہیں
روشنی چیل کی طرح دکھتی ہے
جو ان کی آنکھیں نوچ لے گی
اور ہوائیں گدھ جیسی محسوس ہوتی ہیں
جسے وہ اپنے جسم پر بیٹھنے نہیں دیتے!

آواز کو وہ فاختہ سمجھ کر پکڑتے ہیں
اور تہہ خانے میں ڈال دیتے ہیں
کل ہی تو انھوں نے
خوشبو کو کتاب سمجھ کر پھاڑ ڈالا
جو صفحات کی سطروں سے نکل کر شور کر رہی تھی!

پانی کے نیلے زخم

پانی سے
دھرتی اپنے خشک زخم دھوتی ہے
پانی فطرت کو
اپنے اوصاف کے منظر میں بدل دیتا ہے!

لیکن پانی سے رشتہ
محفوظ انسانی حدود کے اندر رکھنا پڑتا ہے
ورنہ یہ
کچی دیواروں اور پلوں کے آمیزے سے
اپنی زمین کے لوگوں کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کرتا
روڈ مویشیوں سے
اور ہمارے سینے قبروں سے بھر جاتے ہیں

ہر طرف سے ہم
بپھرے پانی میں گھر جاتے ہیں
جو راستے ہمیں آپس میں ملاتے ہیں
وہ زیرِ آب آ جاتے ہیں
جو دیواریں ہمارا پردہ رکھتی ہیں، وہ گر جاتی ہیں
جن کی افزائش کی جاتی ہے
وہ فصلیں تباہ
جن کو ہم تلف کرتے ہیں
وہ گھاس اور جھاڑیاں بڑھ جاتی ہیں
ہمارے اوڑھنے نیند کے پاؤں سے چھوٹے
اور ہماری دعائیں ہمارے ہاتھوں سے لمبی ہو جاتی ہیں

معبود کسی بھی پیروکار کا ہو
ہر طرف سے صداؤں کے دائرے میں رہتا ہے
حملہ آوروں کا دیوتا
حکم نامے سناتا
اور بوڑھی عورتوں کا خدا صرف لرزتی عرضیاں سنتا ہے!

آپ بیتی میں آخر تک زندہ رہنا پڑتا ہے!

یہ داستان ہے
اس میں
صرف ایک سیاہ بوسے پر کہانی گھڑی
اور جنگ کے میدان میں
ایک زرد نغمہ تیار کیا گیا ہے!

یہ ہماری بھٹی میں بنی تلوار ہے
غیر کی دھرتی پر
اس سے اپنی نسلیں کاٹو
اور موسیقی سنو!
کپاس کے ڈھیلے میں بند سوت جیسی لڑکیوں کی
اور مت بھولنا

آپ بیتی میں آخر تک زندہ رہنا پڑتا ہے!

یہ ڈھال ہے
اس پر بھنے ہوئے گوشت
اور شراب کی پیالی رکھنے کی گنجائش پیدا کی گئی ہے
تم اس پر اپنی آنکھیں پھیلا کر جاگو!
اور دوسروں کے خوابوں پر نقب لگاؤ
یہ الگ بات ہے
کہ پرندے اپنی دنیا میں جا کر سوتے ہیں!

یہ آہنی نعل ہیں
بے شک ہم انھیں
تجارت کی فراوانی کے لیے
اپنے دروازوں پر لگا کر رکھیں گے
مگر معاف کرنا
یہ ہماری گلی کا نکڑ ہے!
یہاں گھوڑے باندھنے کی کوئی جگہ نہیں!

موسم

موسم!
رائفل کی اس گولی کی طرح ہیں
ہر سال جس کا نشانہ
خطا سے کی گئی محبت ہوتی ہے!

جزیرہ میرا وطن ہے!

میرا وطن
سمندر کی ڈھلوانوں کی طرف جمع ہوتا جزیرہ ہے!
ندیوں اور دریاؤں نے ہمیں
سمندر کی کھاری کوکھ میں دھکیل دیا ہے
اور نمک کی کانوں کی کثرت نے
بہت سارے نمک حرام پیدا کر دیے ہیں!

مچھلی کی باس سے
مچھیروں کے بیٹے بیاہے جاتے ہیں
بستیاں آباد ہوتی ہیں
اور ان کے ہاتھ فولاد کا خمیر ہیں
جب ہاتھ

عصا جیسے معجزے دکھائیں
تو مٹی گروی رکھنا حرام ہے!

نمک اور جزیرے سمندر کے خشک آنسو ہوتے ہیں!
ان کی آنکھ کی لالی کے پیچھے
افق اپنا کالا جوڑا بدلتا ہے!
لیکن جب سے سنا ہے
وہ ہاتھ
بغیر رضا کے سودے میں کاٹ دیے گئے ہیں
مجھے تشویش ہوگئی ہے
کہ سورج طلوع کرنے کون جائے گا!!

رات بھر کی واپسی

ہم نے
ٹوٹتے ستاروں کی مصیبت سے دعائیں مانگیں!
ہم نے سیاست سے موقع پرستی
اور ہم نے قدیم آثاروں سے حسن دریافت کیا!

ہم مسلسل پڑاؤ کی حالت میں ہیں
اور ادھورے انتظام پر جی رہے ہیں
دن اور رات کی کیفیت کو بچے جننے کے دہراؤ سے معلوم کیا
اور موسم کو خشک چھاتیوں کے آثاروں سے

ہم نے اپنوں کو
ضعیف بادبان کے ساتھ

گہرے پانیوں میں جاتے ہوئے ہمیشہ پیچھے سے صدائیں دیں!
اور واپسی میں رات بھر
ایک خاموش کمرے میں موم بتی کے ساتھ مل کر روتے رہے!

ٹوٹی شاخیں

ٹوٹی شاخیں
درخت سے
الگ ہونے سے پہلے
اپنا رنگ بدل لیتی ہیں!

میرے ہاتھوں میں آئنے ہیں !

شام سے
ایک پرندہ میرے اندر پھڑ پھڑا رہا ہے
اب میں صبح تک ایک درخت بنا رہوں گا !

میرے پاؤں میں کم یاب جلن ہے
جو دوسرے پاؤں کو
راست لانے پر ایندھن کھپاتی ہے
جب کہ سب سے خطرناک جلن وہ ہے
جو خود
آگے بڑھنے کے بجائے دوسرے کو پیچھے دھکیل دے !

میرے ہاتھوں میں آئنے ہیں

جس میں پریشان گیسو سنورتے اور بے تاب بندیا چمکتی ہے
کونج سی گردن پر
دیس میں پڑاؤ کی سپردگی لپکتی ہے!

میری آنکھ میں
کپاس جیسی نیند ہے
اور میں ننگے منڈیروں پر اوڑھاوے کے خواب دیکھتا ہوں!

میں نے غور سے دیکھا ہے
میرا جسم
کسی قسم کے بارود سے مختلف نہیں
اب وہ کہہ سکتے ہیں
کہ نشانہ خطا ہونا محض اتفاق ہوتا ہے!

تاریکی کا فریب

گذرگاہوں کا وہ نقشہ
جو
میرے دل پر ثبت ہے

صرف ایک
چاند کی وجہ سے بنایا گیا!

صرف ایک تاریک
رات کی وجہ سے
اس پر جانے کتنے لوگ گزر گئے!

اے نازنیں!

اے نازنیں
ترے پیکرِ خیال نے
جنونِ عشق کو زندہ کر رکھا ہے!

بے کراں وسعت میں بھٹکتی
تری لازوال آواز
سرندہ ساز کی پیاس میں
نہ جانے ریت کے کتنے گھڑے پی گیا ہوں
آج بھی سقراط کی خوش دلی کا سکون میرے اندر ننگے پاؤں گھومتا ہے!

میں نے کشٹ و فراق کے سلسلے
سدھارتھ کی طرح ہاتھ جوڑ کے کاٹے ہیں!

میں الفت کے آسن کا خمیدہ اظہار بن گیا ہوں
اور ہر اماوس میں ایک بت توڑ کر
ریشمی پازیب بنتا ہوں
اور یاد کی حسین طور سینا پر ڈگمگانے کی مشق کرتا ہوں
اور ڈرتا ہوں
کہ کسی نازک لمحے کوئی تجلی اسے پاش پاش نہ کردے!

میں نے ہمیشہ
بے خیالی میں
خوش گمانیوں کی مسکراہٹ کو
مشکوک ہونے نہیں دیا!
اس لمحے میں نے ہر بار ہوا سے رخ پھیرا ہے
کہ کوئی مجھے
تمھیں سوچتے ہوئے نہ چھولے!
تم ارض دل کی پرزور تکریم بنتی جارہی ہو
جیسے آگ کو
ایندھن سے عشق ہوجائے
اور وہ چمنیوں سے خوشبو دینے لگے!

تمہارے

رخسار کے بھنور پر ہزاروں سمندر قربان !

قربان گاہ بھی ایسی کہ

لاکھوں بار پلکوں پر گھسٹ کر جینے کو روح چاہے !

اور مرنے کے لیے

تمہاری سرگوشیوں کی برف باری کا انتظار کرنا پڑے !

اے ماہِ لقا!

تجھ میں کتنے یگوں کا نور بھرا ہے

ہر روز ایک سنہرے سورج میں ڈوبی رہتی ہو

اے اپسرا !

مجھ سے مت پوچھو کہ

چاند کی بے ثقل آنکھ میں

کائنات کی کتنی صدیوں کا پر اسرار خزانہ چھپا ہے

اور کہکشاؤں نے دھرتی کے کتنے رنگ دیکھے ہیں !

کوئی کسی کا انتظار نہیں کرتا

بارشیں

طوفان

موت اور محبت

کسی کے

سنبھلنے کا انتظار نہیں کرتے!

غم زدہ دنوں کا گیت

یہ
غم زدہ دنوں کا گیت
تمہاری کالی شال پر
بنے پھول کی طرح ہے!

اس میں
ایک امر بیل ہے
جو میری روح سے لپٹ کر
میری نسیں سکھا رہی ہے!

اس میں بازگشت ہے
جس پر

لوگ سماعتیں بند کرتے
اور اس سے روشنی پھوٹتی ہے
جس سے لوگ آنکھیں موند لیتے ہیں
مگر
ان کے بہرا ہونے سے
دنیا میں خاموشی
اور ان کے بے نور ہونے سے
کائنات پر رات نہیں اترے گی!

اس کی چلتی سانسوں سے
پھول اپنا خون سبز
اور اس سے پرندے
اپنی گنگناتی روح کشید کرتے ہیں!

اس گیت میں
برف کا ایک تودہ ہے
جو ہر گانے والے
کے مرنے سے پہلے قبر میں نہیں اترتا!

صرف ایک نقاب الٹا

طاقت ایک عذاب ہے
جب شیر کے پنجوں میں ظلم بن کر ابھرتی ہے
زندگی مجرم ہے
ایوانوں اور چوراہوں میں
ایک عورت کی
جس نے اسے معصوم اشارے اور پھر عقل کی باتیں کرنا سکھائیں

زندگی وشواس گھات کا جبر مسلسل ہے
جب زندگی کو
اعتبار کی شناخت بنانا مشکل
بے خبری میں انسان کو مارنا آسان
اور جب نظر

مشکل پہاڑوں پر دوڑتی
ماں اور بہن کے پیروں سے زیادہ لباس کے شکنوں پر بھٹک جاتی ہے

زندگی برکت کا ایک سایہ ہے
ہم نے ایک کنواں کھودا
اور پوری آبادی سیراب ہوگئی
لیکن
پورا مجمع ننگا ہونے میں
صرف ایک نقاب الٹنے کی ضرورت پڑی!

ہمارے حصے کی بارشیں!

ہمارے حصے کی بارشیں
تب ہوئیں
جب آسمان پر
قوسِ قزح نے سات رنگ بکھیرے

ہمارے اوپر حملہ تب ہوا
جب ہماری چارپائیاں باہر بچھی تھیں!

جب دل کی جھگی میں
محبت کی چنگاری
اور جب چوبنرے کی باڑھ کے اندر
سات سُروں کی اگربتی سلگ رہی تھی!

ہنسنے کے بہت سے رہ گزر ہوتے ہیں!

کتنا شوروغل ہے
اس شہر پر!
دو فاختائیں تک نہیں جی سکتی
اور لوگ کہتے ہیں
ان کی عمر ہی اتنی تھی!

چند بادل دو دن تک نہیں ٹھہر سکتے
اور لوگ کہتے ہیں
ہماری پہاڑ کے چوٹیوں تک پہنچ ہے
اور سمندر کی تہہ تک حکم رانی

اس شہر پر
کتنی سیاہی ہے
جو دیپ جلتا ہے اندھیرا مزید گہرا کر دیتا ہے

اور جو گیت گاتا ہے
اس سے دگنا سناٹا پھیلا دیا جاتا ہے
اس شہر پر
جن کا قبضہ ہے
حسین عورتیں مر جاتی ہیں
لوگ میلے کپڑوں میں
چھتوں کی اداسی کا مزا لیتے ہیں !

شاید!
ہم کشش ثقل کی حدود سے
تجاوز کر گئے ہیں
اور اس وسوسے میں مبتلا ہیں
کہ شاید اب بھی
گندم کی بالیاں ہماری سانسوں کی قربت کے بغیر بڑھتی رہیں گی
اور نہروں کا پانی ہمارے سائے سے بے خبر بہتا رہے گا!

ہنسنے کے بہت سے رہ گزر ہوتے ہیں!
اور خوش رہنے کے لیے بہت سے میدانی علاقے
زندہ رہنے کی
انیک پرتیں ہوتی ہیں
کوئی ہماری ساتھ جینے کے لیے
ان میں سے ہمیں کھوج نہیں پاتا!

جلاوطن

مجھے
تارکین وطن کی کیمپ میں
ایک کوٹ کی ضرورت ہے
جس کی جیب میں
فرار کی راہ داری کا نقشہ ہو.!

میں بھاگ کر
کھو جانا چاہتا ہوں
فضاؤں میں پھیلی لوریوں میں
جن میں تقدیر سے انحراف کا دودھ ٹپکتا ہے
میں چلنا چاہتا ہوں
ان ڈوریوں پر

جن پہ گندم کی بالیاں
پکنے کی امید میں دھوپ کا انتظام کرتی ہیں
میں گرداب کی طرح خود پر سمٹنا
اور گردباد کی طرح ہوا پر بکھرنا چاہتا ہوں
یہ کھولی
میرے وجود کی وضاحت کے لیے چھوٹی ہے!

وہ مجھے یہیں رکھنا چاہتے ہیں
کہ مٹی میں نہ مل جاؤں
اور بارش کو بلا نہ بیٹھوں!

مجھے وہ پیسنے کے لیے چکی
گھمانے کے لیے رہٹ
اور پھینٹنے کے لیے تاش دیتے ہیں
اور میری نسل کی فرسٹ کاپی کلوننگ کے لیے
میری آنول پر ہاتھ رکھنے سے پہلے
ٹاٹ کے دروازے کے اندر
ایک اور جلاوطن کو لے آتے ہیں!

دل چاہتا ہے

دل چاہتا ہے
ہم کھلے سینے سے
خواب بیلیں

بھیڑوں کے آزاد ریوڑ
پہاڑیوں پر چرتے ہوں
جب کہ ہماری تلاشی لینے والا
اور ان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو!

سُنو !

خطرے
سے بھرا سفر
پانی کی طرف جاتا ہے !

اور خوشبو سے
بھرا دھوکا
تمہارے ہونٹوں کے چاشنی تک !

تمہارے جسم کی
ہولے ہولے
بہتی ندی کے کنارے پر
ایک وحشی قبیلہ آباد ہے
جو سوم رس پی کر رقص کرنا چاہتا ہے !

میرے آگے چلو
یا روشنی کے پیچھے
بات .....ایک ہی ہے
ہر بار میں تمھیں دیر تک
ہلکے بلوری بادلوں پر
خراماں خراماں
جاتے ہوئے دیکھتا رہوں گا!

پیڑوں کو
خشک کر دینے والے جاڑے میں
اور برف پوش
سفید ریش درویشوں جیسے
دروازوں کے یخ بستہ وجود سے
ہرے رنگ کی
سرگوشی بھرنے سے پہلے
تمھیں سورج کی طرح
روزانہ طلوع ہونا پڑے گا
اور تاروں پر
پھلائے کپڑوں میں رنگ آنے تک
تمھیں
ایک روزن کی طرح سانس لینی پڑے گی!

سنو!

میں تمھیں بلاتے ..... بلاتے

تمہارے ساتھ ......بہت دور تک نکل آیا ہوں

دیکھو

ہم

بیل گاڑیوں کی اڑائی ہوئی

مٹی کی وجہ سے

کتنا نزدیک آگئے ہیں

اور میں

تمہارے گالوں کے

ہموار ملائم پیپل پتوں پر پھسل سکتا ہوں!

دیکھو

اچانک کسی سے ہاتھ کھینچنا

صرف برا ہی نہیں

حد درجے کی سفاکی بھی ہے

کوئی

پیتے...... پیتے

گلاس کی تہہ میں

گرنے سے پہلے مر بھی سکتا ہے!

روشنی کا بھید

زندگی!!
مٹھی سے پھسلتی جارہی ہے ریت کی طرح
ساز کا اندھیرا سُر
انگلیوں کو مسلسل زخمی کیے جارہا ہے!

خوش گفتار قصہ گو کا وہ لطیف گیت
محض پہاڑی پھول کے اس رنگ کی طرح تھا
جو بالآخر نوکیلے پتھروں پر تار تار ہو جاتا ہے!

روشنی ڈوبتی جارہی ہے!
یادیں مٹتی جارہی ہیں
نہر کا اجلا پانی مٹیالا ہوتا جارہا ہے!

دھوپ کے درمیان
یاد کے سراب نما سحر کی طرح
جس نے مجھے زندہ رہنے کی خوش فہمی میں مبتلا کیے رکھا!

وہ کیا تھا
جو تمہارے ہونٹوں سے مقناطیس بن کر بکھرا
اور پورے قطب شمالی تک پھیل گیا!
وہ کیا تھا؟
جو تمہاری آنکھوں میں مرکزہ بن کر
ہمیشہ کے لیے بلیک ہول کے تجاذب کی نذر ہو گیا
یہ میری سانسیں تھیں!!
یہ میری سانسیں تھیں
جو چاند پا کر کشش ثقل سے ہاتھ دھو بیٹھیں!

یہ ٹھیک ہے کہ بھیڑ اور ہوا.... بہت ہے
اور دھوپ بھی زیادہ
لیکن
اب ہاتھ میں پتھر رکھ کر سچ بولنے کا وقت ہے!

بس پہلی دفعہ اپنے ٹھڈے ہاتھوں سے
ایک کانپتی تیلی کا سچ جلاؤ
اور خود سے خود کے سائے کو بازیاب کرو

لو مدھم ہے!
لیکن ہمارے حصے کی انگڑائی روشنی کا بھید جانتی ہے
خوشبو یوں ہی نہیں کھلتی!
پتھر اور مٹی کا سینہ چیر کر
جھومنے کے لیے
موت کی سختی سے زیادہ
زندگی پر اس طرح توجہ درکار ہے
جیسے شاعری میں کاری گری سے زیادہ
خوب صورت دل کی ضرورت پڑتی ہے!

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نجمہ منصور
سرگودھا پاکستان

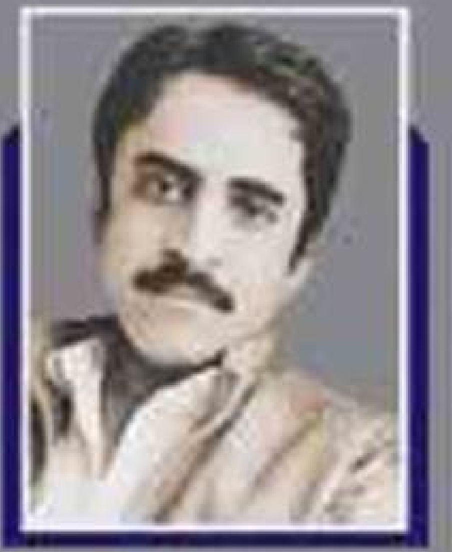

موسموں کو

ہماری شکل از روح و جود حسن سے

اداس لہر کا آخری زینہ ہوتے

کوئی آئے گا

اور ہمیں بتائے گا، اپنی ازلی و ابدی آواز میں

ہم ستاروں کا سفر ہیں

اور عالم ارواح کا خوش نما گیت

بھیگی راتوں کو

بصارت کا موج پکڑنے کی حسرت

ہماری ہڈیوں میں سلگ پیدا کرتی رہے گی۔